سو سالہ قدیم نسخے کے مطابق

اَغلَاطُ العَوَام فِی بَابِ الاَحکَام

تصنیف

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہ

تحقیق، تخریج، ترتیب

مولانا ندیم احمد انصاری

ڈیریکٹر الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا

الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا

تفصیلات

کتاب

اغلاط العوام فی باب الاحکام

تصنیف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

تحقیق، تخریج، ترتیب

حضرت مولانا ندیم احمد انصاری صاحب زید مجدہ

اشاعت دوم

فروری ۲۰۲۱ء

شایع کردہ

الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا
AL FALAH ISLAMIC FOUNDATION, INDIA
www.afif.in
09022278319
nadeem@afif.in

فہرست

❑ کتاب الجنائز 49

❑ تحقیق 50

❑❖❑

عرضِ ناشر

’اغلاط العوام‘ حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ و الغفران کی مشہور ومقبول تالیفات میں سے ہے۔اس میں حضرت مؤلف نے عوام میں مشہور غلط مسائل پر نہایت سہل اسلوب میں تنبیہ فرمائی ہے۔تالیف سے لے کر اب تک یہ کتاب کتنی بار شایع ہوئی،اس کا محتاط اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔نہ جانے کتنے حضرات کو اس کی برکت سے غلط فہمیوں سے نجات ملی ہوگی۔

جواں سال محقّق عالم پروفیسر ندیم احمد انصاری صاحب کو کہیں سے اس کا قدیم ترین نسخہ کیا ہاتھ لگ گیا کہ انھیں تحقیق وتخریج کا ایک موضوع مل گیا۔پروفیسر صاحب نے اول تو اسے کمپوز کیا۔پھر عبارتیں تلاش کر کے مسائل کی تخریج بہت کامیابی کے ساتھ کی۔شرابِ کہنہ کو جدید اسلوب وقالب میں مزیّن ومرتّب کیا۔اس نوع کے محنت کے کام ان کے لیے بائیں ہاتھ کا کھیل ہیں۔ماشاءاللہ رات دن اسی میں لگے رہتے ہیں۔اب تک کئی علمی شاہ کار انجام دے کر اہلِ ذوق وقدر کی جانب سے دادِ تحسین وخراجِ آفرین پا چکے ہیں۔

ماشاءاللہ،وتقبل اللہ۔بارک اللہ فیکم،ووفقکم وحفظکم.

’اغلاط العوام‘ میں موجود بعض باتیں اگرچہ اب معاشرے میں ندارد ہیں،لیکن بہت سی باتیں ایسی ہیں جو ایک صدی گزر جانے کے بعد بھی عوام ہی نہیں خاصے پڑھے لکھوں میں بھی رائج ہیں۔

دار الحمد کے لیے سعادت ومسرت کی بات ہے کہ اسے اِس کی اشاعت کا موقع مل رہا ہے،ہم رُفقا شکر گزار ہیں کہ ہمیں اس عظیم خدمت کا اہل سمجھا گیا۔

اپنے طور پر کوشش تو پوری کی گئی ہے کہ کتاب ہر جہت و پہلو سے کامل و مکمل ہو۔ املائی اغلاط سے لے کر سیٹنگ وغیرہ کے سلسلے میں کئی چیزیں محقِّق مذکور سے مذاکرے کے بعد ہی فائنل کی گئی ہیں۔ لیکن اس بات کا امکان اب بھی ہے کہ کوئی نہ کوئی دقیقہ کہیں نہ کہیں سے سرضرور نکالے گا - کما ھو عادتھا - لہٰذا ہم قارئین سے بہ جا طور پر متوقع ہیں کہ اس قسم کی باتوں سے ہمیں مطلع فرما کر اصلاح میں ہماری مدد فرمائیں گے۔

کتاب کا کم از کم ایک نسخہ خرید کر محقِّق و ناشر کے ساتھ ایک کارِ خیر میں حصہ دار بن جائیے۔ شکریہ۔ والسلام۔

محمد طاہر سورتی

۱۲ ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ

10/12/19

دعائیہ کلمات

سیدی ومرشدی حضرت مولانا **مفتی احمد خانپوری** صاحب دامت برکاتہم العالیۃ

سابق صدر مفتی وحال شیخ الحدیث، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل

باسمہٖ تعالیٰ

نحمدہ ونصلي علیٰ رسوله الکریم، أما بعد:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا اور اپنے حبیب، سید الاولین والآخرین، خاتم الانبیاء والمرسلین، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اس کی تکمیل فرمادی۔ حدیثِ نبوی ہے کہ امتِ محمدیہ کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی۔ علمائے امت نے اسے عملی جامہ پہناتے ہوئے شریعت کو ہمیشہ گرد وغبار سے پاک وصاف رکھنے میں اپنی گراں قدر خدمات پیش کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی شایانِ شان بہترین اجر سے نوازے۔ آمین

مجددِ ملت، حکیم الامت، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کا شمار ان اکابر علما میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنی ساری زندگی احیائے سنت کے لیے وقف کر دی۔ آپ کثیر التصانیف عالم دین ہیں اور ایک صدی سے زائد کا عرصہ گذر جانے کے بعد بھی آپ کی تصنیفات وتالیفات سے استفادے کا سلسلہ برابر جاری ہے، یہ آپ کے اخلاص اور عند اللہ مقبولیت کی علامت ہے۔

آپ کی تصانیف میں ایک جامع اور اہم رسالہ 'اغلاط العوام فی باب الاحکام' ہے۔ عزیزم مولانا ندیم احمد انصاری حفظہ اللہ تعالیٰ (ڈیریکٹر الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا) نے تلاش و جستجو کے نتیجے میں اس کا سو سالہ قدیم نسخہ حاصل کیا اور اسے تنقیح و تحقیق کے بعد جدید تقاضوں کے مطابق انتہائی سلیقے سے مرتّب کر دیا۔ میں نے اس کتاب کو مکمل طور پر دیکھا۔ ما شاء اللہ بہت اچھا کام ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر سے نوازے۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے قبولیت عطا فرمائے اور اس رسالے کو مصنف و مرتب کے لیے بلندیِ درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

العبد احمد خانپوری

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل

مقدِّمہ

الحمد للّٰہ وحدہ، والصلاۃ والسلام علی من لا نبي بعدہ، أما بعد:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے خاتم النبیین سیدنا ومولانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں دینِ اسلام کی تکمیل فرما کر یہ ضابطہ مقرر فرما دیا کہ جو کوئی خدا کی رضامندی کا طالب ہو، اسے قرآن وسنت کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا لازم ہے۔ اس دین میں نہ کسی کمی بیشی کی گنجائش ہے اور نہ کسی بدعت واختراع کی۔ نیز دین کا علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ لیکن مشاہدہ ہے کہ بہت سے اسلام کے نام لیوا بے جا رسوم ورواج کی پابندی کو حرزِ جاں بنائے رہتے ہیں۔ اسی لیے ہر دور میں علماے ربانیین اپنے اپنے طور پر ایسی بے جا رسوم ورواج کی تردید اور سنت کا احیا کرتے رہے ہیں۔ مجددِ ملت، حکیم الامت، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کا نام نامی اس فہرست میں یقیناً نمایاں مقام کا حامل ہے۔ آپ کا نام اور کام علمی دنیا میں کسی تعارف کا محتاج نہیں، اس لیے اس سلسلے میں یہاں کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

ہزاروں لاکھوں توحید کے متوالوں کی طرح راقم الحروف (ندیم احمد انصاری) کو بھی صغر سنّی سے حضرت موصوف کی تصنیفات سے عشق ہے۔ اسی کے پیشِ نظر آپ کی دیگر تصنیفات کے ساتھ آپ سے منسوب 'اغلاط العوام' کو بار بار پڑھتا اور پڑھاتا رہا۔ لیکن مجھے اس کے اصل نسخے کی تلاش تھی۔ اصل نسخہ تو نہیں مل سکا، البتہ اکتوبر ۲۰۱۹ء میں جامع مسجد،

بمبئی کے کتب خانہ، مدرسہ محمدیہ میں جناب مفتی اشفاق صاحب کے توسط سے مجھے اس کتاب کا ایک قدیم ترین نسخہ مل گیا۔ اس کے سرورق پر یہ عبارت رقم ہے- باہتمام حقیر محمد بشیر، مالک و مہتمم مطبع (مطبع احمدی، وکٹوریہ گنج، لکھنؤ)، بارِاول بماہ اکتوبر ۱۹۱۹ء۔ گویا اس پر پوری ایک صدی بیت چکی ہے۔ حضرت تھانویؒ نے کتاب کے آخر میں تاریخ ۸ /محرم ۱۳۳۲ھ لکھی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کی تصنیف سے تقریباً ایک سو آٹھ سال قبل فارغ ہو چکے تھے۔ اور آپ کی تاریخِ وفات ۱۵ / رجب ۱۳۶۲ھ، مطابق ۳۰ / جولائی ۱۹۴۳ء ہے۔ یعنی آپ اس اشاعت کے بعد تقریباً تیس سال حیات رہے، اس لیے امید کی جاسکتی ہے کہ یہ مطبوعہ نسخہ آپ کی نظروں سے گذرا ہوگا۔

اس دریافت شدہ اشاعت کے موقع پر حضرت تھانویؒ کے خلیفہ حضرت مولانا عیسیٰ صاحبؒ نے کتاب کو مرتب کیا تھا اور ترتیب حسبِ ذیل رکھی تھی: کتاب الصلوٰۃ، کتاب الطہارۃ، کتاب الصوم، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج، کتاب العقائد، کتاب الایمان والنذور، کتاب النکاح، کتاب الحظر والاباحۃ، کتاب الذبائح و الاضحیۃ، کتاب البیوع، کتاب الجنائز۔ ہم نے اسے ازسرِنو ترتیب دیا ہے، لیکن صرف ابواب کی ترتیب نئی ہے، اور ذیلی مسائل سابقہ حالت پر مذکور ہیں۔ جدید اشاعت میں ابواب کی ترتیب حسبِ ذیل ہے: کتاب العقائد، کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الذبائح والاضحیۃ، کتاب البیوع، کتاب الحظر والاباحۃ، کتاب الجنائز (فہرست میں کتاب الایمان والنذور بھی شامل ہے، لیکن کتاب میں اس کا تذکرہ موجود نہیں، اس لیے ہم نے اسے ذکر نہیں کیا)۔

بازار میں عام طور سے 'اغلاط العوام' کے نام سے جو کتاب ملتی ہے، اس میں متعدد علمائے کرام کے اضافے اس طرح شامل کر لیے گئے ہیں کہ یہ پتہ نہیں لگایا جا سکتا کہ کون سا مسئلہ کس عالمِ دین نے لکھا ہے۔ حاصل شدہ نسخے میں بھی بعض اضافے موجود تھے، لیکن وہ اصل کتاب سے علیحدہ بہ طور 'ضمیمہ' شامل کیے گئے تھے۔ ہم نے صرف حضرت تھانویؒ کے افادات کو جدید ترتیب و تحقیق کے ساتھ پیش کیا اور تحریر و املا کے جدید اصولوں کو برت کر اصل متن ترتیب دیا ہے۔ پوری کتاب کی کمپیوٹر کتابت کروائی گئی ہے اور جہاں ضروری معلوم ہوا وہاں حاشیے میں مختصر دلائل بھی ذکر کر دیے ہیں۔ حضرت تھانویؒ نے بدھ کے دن کتاب شروع کرنے سے متعلق ایک مسئلہ لکھا تھا، آخر میں اسے ذرا تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ باذوق قارئین اس خدمت کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اس مختصر خدمت کو قبول فرمائے اور مصنف و مرتب کے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

العبد ندیم احمد انصاری عفی عنہ

خادم الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا

۱۲/ ربیع الاول، ۱۴۴۱ھ، ۱۰/ نومبر ۲۰۱۹ء

تمھید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ علی احسانہ، والصلاۃ والسلام علی نبیہ وعلی آلہ وأتباعہ أجمعین، أما بعد:

حضرت اقدس حکیم الامت مولانا مولوی الحافظ الحاج الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ العالی [نور اللہ مرقدہ] کا شہرہ مستغنی عن البیان ہے۔ کسی رسالے کا آپ کی طرف منسوب ہونا صحتِ مضامین وخوبیِ بیان رسالے کا کفیل ہے۔ پس میری جو کچھ گزارش ہے نہ بہ غرضِ شہرت ہے نہ بہ وجہ اظہارِ خوبی، بلکہ نعمتِ خداوندی کا شکر یہ ہے جس کا ہر بندہ محکوم ہے اور اس پر مزید نعمت کا وعدہ ہے۔

الحمد للہ کہ ہم لوگوں کو خداوند پاک نے وابستگان وحلقہ بہ گوشان حضرت اقدس مجدہم فرمایا۔ آپ کی ذات بابرکات ہم خاکساروں کے لیے موجبِ برکت ورحمت و فیضانِ خداوندی ہے۔ آپ اُن علما میں سے ہیں جو اِس زمانے میں علما کے سردار اور فضلائے وقت کے سرتاج ہیں۔ آپ زیبِ مسندِ شریعت وطریقت ہیں۔ آپ کا جمال مبارک دیکھنے سے حق سبحانہ تبارک وتعالیٰ کی یاد دل میں زندہ ہوتی ہے۔ آپ کے فیضِ صحبت سے شریعتِ مطہرہ پر عمل کرنے کا شوق دل میں پیدا ہوتا ہے۔ بڑے خوش نصیب وہ لوگ ہیں جو آپ کی خدمتِ بابرکت میں رہ کر آپ سے فیض پاتے ہیں۔ اگرچہ آپ کے فیض سے خادمانِ دور اُفتادہ بھی محروم نہیں، کیوں کہ آپ کے سرچشمۂ فیض سے سیراب کرنے والی صدہا نہریں اطرافِ عالَم میں پنہاں وآشکارا موجود ہیں۔

آپ کے قلم فیض رقم سے اس وقت تک وہ نایاب مضامین علمِ دین میں شایع ہو چکے ہیں جن پر عمل کرنے والا ان شاء اللہ تعالیٰ دارین میں کامیابِ فوزِ عظیم ہے۔ اسی فیضِ عمیم کے بحرِ ذخار کا ایک قطرہ یہ کتاب بھی ہے جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ اس میں ان ایک سو بیس مسائل کی تحقیق ہے جو عامۂ مخلوق میں غلط رائج ہیں۔ جن کی تحقیق نہ ہونے سے اندیشہ ہے کہ عقائد میں نقصان نہ پہنچ جائے۔

یہ رسالہ پہلے بھی مطبع شمس المطابع میں طبع ہو چکا ہے، لیکن اُس وقت مسائل ترتیب وار نہ تھے۔ اب جناب مولوی محمد عیسیٰ صاحب خلیفۂ حضرت مولانا صاحب مدظلہ العالی نے احقر کی خواہش سے مرتب فرما دیے ہیں۔ جو اس رسالے کے مضامین سے بہرہ یاب ہے، وہ اس نقصان سے بچنے کا کافی سرمایہ رکھتا ہے۔ میری گزارش کی صحت پر یہ کتاب خود بہترین شاہد ہے۔ جزاھم اللہ وعن المسلمین خیر الجزاء.

حق سبحانہ وتعالیٰ حضرت اقدس کو مع اساتذہ واحباب ومعتقدین کے بہ ایں فیوضات دنیا میں تا دیر شاداں وفرحاں وتندرست وسلامت رکھے اور سب کے طفیل میں ہم خدّامان کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

رقیمہ نیاز

محمد بشیر عفی عنہ

کلماتِ مصنف

از حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بعد الحمد والصلاۃ مقصود بالاظہار یہ امر ہے کہ باوجود اس کے، اس وقت بفضلہٖ تعالیٰ علمِ دین کا سامان یعنی کتبِ مطبوعہ کی دستیابی اور ارزانی پھر اُن کا اُردو میں ترجمہ ہوجانا اور علمائے حقانی کا جا بہ جا وجود اور اُن کا ضروریاتِ دین پر وعظ کہنا اور بعض حضرات کا حسبِ ضرورت از خود یا بلانے پر جانا بھی، یہ سب جس کثرت سے ہے، ظاہر ہے اور محلِ شکر ہے، مگر باوجود اس کے پھر بھی اکثر عوام بلکہ بعض خواص کالعوام میں بھی بعض ایسے غلط مسئلے مشہور ہیں جن کی کوئی اصلِ شرعی نہیں اور وہ ان کا ایسا یقین کیے ہوئے ہیں کہ اُن کو اِن میں شبہ نہیں پڑتا، تاکہ علما سے تحقیق ہی کرلیں۔ اور اکثر علما کو بھی ان غلطیوں میں عوام کے مبتلا ہونے کی اطلاع نہیں، تاکہ وہی وقتاً فوقتاً ان کا ازالہ کرتے رہیں۔ جب نہ عوام کی طرف سے تحقیق ہو اور نہ علما کی جانب سے تنبیہ ہو تو ان غلطیوں کی اصلاح کی کوئی صورت ہی نہ رہی۔ اس لیے مدّت سے خیال تھا - جو بفضلہٖ تعالیٰ اب ظہور میں آیا - کہ ایسی غلطیوں پر جہاں تک اطلاع ہو، ان کو ضبط کردیا جاوے۔ جس طرح علما نے احادیث میں موضوعات کو مدوّن کیا ہے، یہ رسالہ فقہیات کا موضوعات ہے اور گو یہ مسائل مختلف ابواب کے ہیں، مگر ترتیب وار لکھنا دشواری سے خالی نہ تھا، اس لیے مختلط طور پر لکھ دیا ہے۔ بعد ضبط ہوجانے کے اگر کوئی صاحب نظرِ ثانی کرکے اس کا مرتب کرنا چاہیں، اس وقت سہل ہوگا۔ إن ارید إلا الاصلاح ما استطعت وما توفیقي إلا باللہ.

❑❖❑

کتاب العقائد

مسئلہ①: عوام میں مشہور ہے کہ روپیے نے بہت دنوں تک 'یا عزیز' کا وظیفہ پڑھا ہے۔ سو اس کی کچھ اصل نہیں۔

مسئلہ②: مشہور ہے کہ عصر اور مغرب کے درمیان میں کھانا پینا بُرا ہے اور اس کی وجہ یہ تصنیف کی ہے کہ مرتے وقت یہی وقت نظر آتا ہے اور شیطان پیشاب کا پیالہ پینے کے لیے لاتا ہے، سو اگر کھانے پینے کی عادت نہ ہوگی تو انکار کردے گا۔ شرع میں اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔

مسئلہ③: مشہور ہے کہ شب کے وقت درخت نہ ہلائے کہ وہ بے چین ہوتا ہے۔ یہ بھی محض بے اصل ہے۔

مسئلہ④: کہتے ہیں کہ دودھ چاول یا دودھ کھا [پی] کر شکر نہ کرے۔ سو محض غلط ہے۔

مسئلہ⑤: بعضے کہتے ہیں کہ فلاں جانور کے بولنے سے موت پھیلتی ہے۔ سو محض بے اصل ہے۔[1]

مسئلہ⑥: بہت مشہور ہے کہ جھوٹا پانی کھڑے ہوکر پینا ثواب ہے۔ سو اس کی کوئی اصل نہ نظر سے گزری، نہ کسی محقق سے سُنی۔

---

(1) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: لا عدوى ولا طيرة، ولا هامة، ولا صفر. (بخاری: 5757، 5707، مسلم: 2220، ابوداود: 3912)

مسئلہ ⑦: مشہور ہے کہ گالی دینے سے چالیس روز تک ایمان سے دور ہو جاتا ہے۔ اگر اس مدّت میں مرجاوے تو بے ایمان مرتا ہے۔ سو محض غلط ہے، ہاں گالی دینے کا گناہ الگ بات ہے۔[۱]

مسئلہ ⑧: بعضے عوام گدھے اور گھوڑے کی جفتی کو برا سمجھتے ہیں۔ سو اس کی کچھ اصل نہیں، البتہ اس کی اُجرت لینا جائز نہیں۔[۲]

مسئلہ ⑨: بعضے عوام محرّم میں قبروں پر تازہ مٹّی ڈالنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ سو اس کی بھی کچھ اصل نہیں۔

مسئلہ ⑩: بعض نے [سے] مُہر کے بارے میں سُنا ہے کہ (اذا ثُنی ثُلّث) یعنی اگر کسی ضرورت سے دوسری مرتبہ مہر لگانا پڑے تو تیسری بار بھی ضرور لگاوے۔ اس کی کچھ اصل نہیں۔

مسئلہ ⑪: بعض طلبہ کو سبق کے باب میں اس کا معتقد دیکھا ہے کہ (إذا فات

---

(۱) عَنْ الْمَعْرُورِ، قَالَ: لَقِيتُ أَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى غُلَامِهِ حُلَّةٌ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِکَ، فَقَالَ: إِنِّي سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَيَّرْتُهُ بِأُمِّهِ، فَقَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ: يَا أَبَا ذَرٍّ، أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ، إِنَّکَ امْرُؤٌ فِيکَ جَاهِلِيَّةٌ إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ. (بخاری:31)

(۲) عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ. قَالَ: وَفِي الْبَاب، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَنَسٍ، وَأَبِي سَعِيدٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَقَدْ رَخَّصَ بَعْضُهُمْ فِي قَبُولِ الْكَرَامَةِ عَلَى ذَلِکَ. (ترمذی:1273) لأنه عمل لا يقدر عليه وهو الإحبال. (شامی، باب الاجارۃ الفاسدۃ: 9/75 زکریا)

السبت فات السبت) سو اگر اس کو قضیۂ اتفاقیہ سمجھا جاوے تو خیر، لیکن لزومیہ سمجھنا بے اصل اور اختراع ہے اور شعبہ ہے تاثیرِ ایام کے قائل ہونے کا، جو کہ شعبہ ہے نجوم کا [یعنی سنیچر کے دن ناغہ ہونے سے ہفتے بھر تک ناغہ ہی چلا جاتا ہے، ایسا سمجھنا بے اصل ہے]۔

مسئلہ ⑫: اسی طرح بعض طلبہ کو بُدھ کے روز کتاب شروع کرنے کا اہتمام کرتے ہوئے دیکھا ہے اور اس کو کوئی [کسی] روایت کی طرح مستند سمجھتے ہیں۔ سو اس باب میں کوئی روایت ثابت نہیں۔ [اس کی تفصیل کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں]

مسئلہ ⑬: بعض عاملوں کو گو وہ اہلِ علم ہی ہوں بعض عملیات میں دِن وغیرہ کی قید کی رعایت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ سو یہ شعبہ نجوم کا ہے اور واجب الترک ہے۔[1] اور یہ خیال کہ عمل کی شرط ہے، محض غلط ہے۔ میں نے ایسے اعمال میں یہ قید بالکل حذف کر دی ہے اور پھر بھی بفضلہٖ تعالیٰ اثر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ عمل کا اثر زیادہ خیال سے ہوتا ہے، ان قیود کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ یہ سب دعوے ہیں عاملوں کے۔

---

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَنِ اقْتَبَسَ عِلْماً مِنَ النُّجُومِ، اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ.
(ابوداود:3905)

کتاب الطھارۃ

مسئلہ ①: عوام میں مشہور ہے کہ بے وضو درود شریف پڑھنا درست نہیں۔ سو یہ بالکل غلط ہے، بلکہ قرآن شریف بھی بلا وضو پڑھنا درست ہے البتہ قرآن شریف کو ہاتھ لگانا بلا وضو درست نہیں۔[1]

مسئلہ ②: مشہور ہے کہ کسی کا ستر کھلا ہوا نظر پڑنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ سو یہ محض غلط ہے۔

مسئلہ ③: مشہور ہے کہ جو شخص نیا مسلمان ہو اس کو مسہل دینا چاہیے، ورنہ پاک نہیں ہوتا۔ سو یہ بات محض بے اصل ہے۔

مسئلہ ④: مشہور ہے کہ زچّہ جب تک غسل نہ کرے اس کے ہاتھ کی کوئی چیز کھانا درست نہیں۔ یہ بھی غلط بات ہے۔ حیض ونفاس میں ہاتھ ناپاک نہیں ہوتا۔[2]

مسئلہ ⑤: مشہور ہے کہ ڈھینکلی (پانی کھینچنے کی ایک لمبی لکڑی، جس کے ایک طرف بھاری پتھر اور دوسری جانب ڈول کی رسّی ہوتی ہے) کا پانی پینا درست نہیں۔ یہ بھی محض غلط ہے۔

---

(۱) قال تعالیٰ: لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ۔ (الواقعہ: 79)

(۲) عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَتْ الْيَهُودُ إِذَا حَاضَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُمْ لَمْ يُؤَاكِلُوهَا وَلَمْ يُشَارِبُوهَا وَلَمْ يُجَامِعُوهَا فِي الْبُيُوتِ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى. (البقرۃ: 222) فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُؤَاكِلُوهُنَّ وَيُشَارِبُوهُنَّ، وَأَنْ يَكُونُوا مَعَهُنَّ فِي الْبُيُوتِ، وَأَنْ يَفْعَلُوا كُلَّ شَيْءٍ مَا خَلَا النِّكَاحَ، فَقَالَتْ الْيَهُودُ: مَا يُرِيدُ أَنْ يَدَعَ شَيْئًا مِنْ أَمْرِنَا إِلَّا خَالَفَنَا فِيهِ، الحديث. (ترمذی: 2977)

مسئلہ ⑥: مشہور ہے کہ سُور کے دیکھنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔اس کی کچھ اصل نہیں۔

مسئلہ ⑦: مشہور ہے کہ استنجے کے بچے ہوئے پانی سے وضو نہ کرنا چاہیے، مگر یہ محض غلط ہے۔

مسئلہ ⑧: بعضے کہتے ہیں کہ جس وضو سے جنازے کی نماز پڑھی ہو اس سے پنج گانہ نمازوں میں سے کوئی نماز نہ پڑھے۔سو یہ بھی محض غلط ہے۔

مسئلہ ⑨: بعض عورتوں میں مشہور ہے کہ کوّا وغیرہ گھڑے میں چونچ ڈال دے تو اس میں اتنا پانی بھرے کہ باہر کو نکل جاوے، اس سے پاک ہو جاتا ہے۔سو اس کی کوئی اصل نہیں۔جس جانور کا جھوٹا مکروہ یا ناپاک ہے، پانی تر جانے سے بھی وہ ویسا ہی رہے گا، اور اگر پاک ہے تو اس کی حاجت نہیں۔

مسئلہ ⑩: بعضے عوام کہتے ہیں کہ اگر پانی میں ناخُن ڈوب جائے تو اس کا استعمال مکروہ ہے، سو یہ محض غلط ہے۔البتہ اگر ناخن میں میل مجتمع ہو تو ایسا کرنا نظافت کے خلاف ہے۔

مسئلہ ⑪: بعض عورتیں سمجھتی ہیں کہ باہر پھرنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔سو یہ محض غلط ہے۔البتہ بےضرورت باہر نکلنا بُرا ہے۔[1]

مسئلہ ⑫: بعض عورتیں سمجھتی ہیں کہ جس عورت کے ہاتھ میں چوڑی نہ ہو یا کم از کم ایک ہی ناخن میں مہندی نہ ہو اس کے ہاتھ کا پانی مکروہ ہے۔سو یہ محض غلط ہے۔

---

(۱) قال تعالیٰ: وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى۔ (الاحزاب:33)

مسئلہ ⑬: عوام میں مشہور ہے کہ چراغ کا تیل ناپاک ہوتا ہے، مگر یہ محض بے اصل ہے۔ عجب نہیں کہ کسی نے اس سے احتیاط رکھنے کو اس بنا پر کہا ہو کہ اکثر چراغ کو جگہ بے جگہ رکھ دیتے ہیں اور اس وجہ سے ایسا بھی اتفاق ہو جاتا ہے کہ اس میں سے کتّا وغیرہ چاٹ جاتا ہے، اس لیے اس تیل سے احتیاط کا مشورہ کسی نے دیا ہو۔ عوام نے اس کو یقینی ناپاک قرار دے دیا اور اس کی [یہ] وجہ بھی بعض عوام سے سُنی گئی ہے کہ وہ جلتا ہے اس لیے ناپاک ہو جاتا ہے، حالاں کہ جلنے کو ناپاک ہونے میں کوئی دخل نہیں۔ غرض دعویٰ اور دلیل دونوں مہمل ہیں۔

مسئلہ ⑭: حقّے کے پانی کو بھی عوام ناپاک سمجھتے ہیں، اگر چہ اس سے بچنا نظافت کے لیے ضروری ہے لیکن اس سے نجس ہونا لازم نہیں آتا۔

مسئلہ ⑮: عوام عورتیں زچّہ خانے میں چالیس روز تک نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتیں، اگر چہ پہلے ہی پاک ہو جاویں۔ سو یہ بالکل دین کے خلاف بات ہے۔ چالیس دن نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدّت ہے، باقی اقل مدت کی کوئی حد نہیں، جس وقت پاک ہو جاوے فوراً نماز شروع کرے۔ اسی طرح اگر چالیس دن میں بھی خون موقوف نہ ہو تو چالیس دن کے بعد پھر اپنے کو پاک سمجھ کر نماز شروع کرے۔[1]

---

(1) عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: تنتظر النفساء أربعين ليلة، فإن رأت الطهر قبل ذالک فهي طاهر، وإن جاوزت الأربعين فهي بمنزلة المستحاضة تغتسل وتصلي فإن غلبها الدم توضأت لكل صلاة. (المستدرک للحاکم، کتاب الطہارۃ:625) وأكثرة أربعون يوماً، كذا رواه الترمذي وغيره... إلخ، فإن انقطع على أكثرهما أو قبله فالكل نفاس. (الدر المختار علی ہامش ردالمحتار باب الحیض ص ۲۷۵ ج ۱) وتوطأ بلا غسل بتصرم لأكثره ولا قله لا حتى تغتسل أو يمضي عليها أدنى وقت صلاة (کنز) اعلم أن هٰذه المسئلة على ثلاثة أوجه لأن الدم إما لم ينقطع لتمام العشرة أو دونه لتمام العادة أو دونه ففيما إذا انقطع لتمام العشرة يحل وطؤها بمجرد الانقطاع ويستحب له أن لا يطأها حتى تغتسل وفيما إذا انقطع لما دون العشرة دون عادتها لا يقربها وإن اغتسلت ما لم تمض عادتها وفيما إذا انقطع لأقل لتمام عادتها إن اغتسلت أو مضى عليها وقت صلاة لحيض) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، سوال:345، دارالاشاعت، کراچی)

مسئلہ ⑯: بعضے آدمی کپڑے یا تکیے پر تیمم کر لیتے ہیں، اگر چہ اس پر زیادہ غبار نہ ہو۔ تو یہ بالکل درست نہیں۔

مسئلہ ⑰: بعض کہتے ہیں کہ عورتوں کو اُسترے سے ناپاکی کے بال لینا ممنوع ہے، سو یہ غلط بات ہے۔ خواہ طباً مناسب نہ ہو، مگر شرعاً گناہ نہیں۔

کتاب الصلوٰۃ

مسئلہ ①: مشہور ہے کہ اذان نماز کے لیے مسجد میں بائیں طرف ہو اور اقامت یعنی تکبیر داہنی طرف۔ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔

مسئلہ ②: مشہور ہے کہ اگر مقتدی عمامہ باندھے ہو اور امام صرف ٹوپی پہنے ہو تو نماز مکروہ ہے۔ یہ محض بے اصل بات ہے۔ البتہ جو شخص خالی ٹوپی سے بازار اور مجمعِ احباب میں جاتا ہوا منقبض ہو، اس کو بدون عمامے کے نماز پڑھنا مکروہ ہے، خواہ امام ہو یا مقتدی۔[1]

مسئلہ ③: مشہور ہے کہ چار پائی پر نماز پڑھنے سے بندر ہو جاتا ہے۔ سو محض بے اصل ہے۔

مسئلہ ④: مشہور ہے کہ جس کی سنتیں صبح کی رہ جاویں اس کے درست ہونے کی شرط یہ ہے کہ سورج نکلنے تک اسی جگہ بیٹھا رہے۔ سو یہ بھی غلط ہے، بلکہ یہ جائز ہے کہ کسی کام میں لگ جاوے اور بعد آفتاب نکلنے کے ان کو پڑھ لے۔

مسئلہ ⑤: بعض عورتیں نماز پڑھ کر جانماز کا گوشہ یہ سمجھ کر الٹ دینا ضروری سمجھتی ہیں کہ شیطان اس پر نماز پڑھے گا۔ سو ان میں کسی بات کی بھی اصل نہیں۔

مسئلہ ⑥: اکثر عوام کا معمول ہے کہ مریض جب جماعت میں شریک ہوتا

(۱) قال تعالیٰ: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔ (الاعراف:31)

وفي فتح الباري... (۳۹۸/۱)... ودل قوله صلى الله عليه وسلم: فإن الله أحق من يزين له على كراهة الصلاة في ثياب المهنة التي لا يخرج بها الرجل إلى الأكابر والمجالس والأسواق وصرح بها الشرنبلالي في "مراقي الفلاح" الخ......

ہے تو تمام صف کے کنارے پر اور بائیں طرف بیٹھتا ہے، گویا درمیان میں کھڑے ہونے کو برا سمجھتے ہیں۔ سو یہ امر محض بے اصل ہے۔

مسئلہ ⑦: بعض کا خیال ہے کہ تہجد کے بعد سونا نہ چاہیے، ورنہ تہجد جاتا رہتا ہے۔ سو اس کی کچھ اصل نہیں اور بہت آدمی اسی وجہ سے تہجد سے محروم ہیں کہ صبح تک جاگنا مشکل اور سونے کو ممنوع سمجھتے ہیں۔ سو جان لینا چاہیے کہ سو رہنا بعد تہجد درست ہے [جب کہ فجر قضا نہ ہو]۔

مسئلہ ⑧: مشہور ہے کہ دوپہر [یعنی زوال] کے وقت قرآن پڑھنا ممنوع ہے۔ سو یہ محض غلط ہے۔ البتہ نماز پڑھنا اس وقت بے شک ممنوع ہے۔

مسئلہ ⑨: مشہور ہے کہ اندھیرے میں نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ سو یہ محض غلط ہے، البتہ اتنی اٹکل ضرور رہے کہ رُخ بے رُخ نہ ہو۔

مسئلہ ⑩: عورتیں کہتی ہیں کہ اگر کئی عورتیں ایک جگہ کھڑی ہو کر نماز پڑھیں تو آگے پیچھے کھڑے ہونا درست نہیں۔ سو محض غلط ہے۔

مسئلہ ⑪: مشہور ہے کہ تسبیح اس طرح سیدھی اور اس طرح الٹی اور اس طرح نہ پڑھے۔ شریعت میں اس کی کچھ اصل نہیں۔

مسئلہ ⑫: بعض لوگ کہتے ہیں کہ سجدۂ تلاوت کر کے دونوں طرف سلام بھی پھیرے۔ یہ بھی محض غلط ہے۔

مسئلہ ⑬: عوام میں مشہور ہے کہ نمازِ عشاء سے پہلے سو رہنے سے عشاء کی نماز قضا ہو جاتی ہے یعنی پھر اگر پڑھے تو قضا کی نیت کرے۔ سو یہ بالکل غلط ہے۔ البتہ

[اس وقت] بلا عذر سونا درست نہیں[1] اور نصف شب کے بعد وقت مکروہ ہو جاتا ہے، اگرچہ سویا بھی نہ ہو۔

مسئلہ ⑭: عورتوں میں مشہور ہے کہ عورتیں مَردوں سے پہلے نماز نہ پڑھیں؛ سو یہ غلط ہے۔

مسئلہ ⑮: بعضے عورتیں سمجھتی ہیں کہ تلاوت کے سجدے دو ہونے چاہیے یعنی ایک آیت پڑھے تو دو سجدے واجب ہوتے ہیں۔ سو یہ محض غلط ہے۔

مسئلہ ⑯: عوام میں بہت مشہور ہے کہ نماز میں داہنا انگوٹھا سرک جانے سے نماز جاتی رہتی ہے۔ سو یہ محض غلط ہے، البتہ بلا ضرورت اٹھنا عبث ہے۔[2]

مسئلہ ⑰: بعض عوام کہتے ہیں کہ سنت کے بعد نہ بولے، اگرچہ گھوڑے کی ٹاپ میں دب گیا ہو۔ اس کی کچھ اصل نہیں۔ بلکہ اس پر عمل کرنے میں علاوہ فسادِ عقائد

---

(۱) حَدَّثَنَا أَبُو الْمِنْهَالِ ، قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي إِلَى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ ، فَقَالَ لَهُ: أَبِي حَدِّثْنَا، كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ؟ قَالَ: كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ وَهِيَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْأُولَى حِينَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ، ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلَى أَهْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ، قَالَ: وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَاءَ، قَالَ: وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا، وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيسَهُ وَيَقْرَأُ مِنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ. (بخاری:599)

(۲) قال الشامي: والحاصل أن المشهور في كتب المذهب اعتماد الفرضية والأرجح من حيث الدليل والقواعد عدم الفرضية، ولذا قال في العناية والدر: إنه الحق، ثم الأوجه حمل عدم الفرضية على الوجوب، والله أعلم. (شامی:2/205، زکریا) اگر دونوں پاؤں سجدے میں ایک تسبیح کے بقدر زمین پر رکھے رہنے کے بعد انھیں اٹھالیا گیا تو نماز میں خرابی نہیں آئے گی، لیکن پورے سجدے میں ایک لمحہ بھی پاؤں یا ان کا کوئی جزو زمین پر نہ رکھا تو واجب چھوٹ جانے کے سبب سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ (دیکھیے احسن الفتاویٰ:3/398)

کے بعض اوقات کوئی واجبِ شرعی بھی ترک ہوجاوے گا۔ مثلاً کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا یا کسی امر میں اعانت چاہی [اوراس نے جواب نہ دیا]۔

مسئلہ ⑱: بعض لوگ اذان [دینے والے] کے سامنے یا دعا [کرنے والے] کے سامنے سے نکلنا ناجائز سمجھتے ہیں۔ اس کی کچھ اصل نہیں۔

مسئلہ ⑲: بعض کو دیکھا ہے کہ ریل میں سوار ہوکر بلا عذر بھی نماز بیٹھ کر[1] یا بے رُخ پڑھ لینے کو جائز سمجھتے ہیں، سو ریل میں کوئی حکم نہیں بدلتا اور جاننا چاہیے کہ تھوڑی سی دشواری بھی عذر نہیں۔ ایسی معمولی دقتیں تو گھر میں پیش آجاتی ہیں۔ اسی طرح بعض نمازی بیبیاں بہلی میں نماز بیٹھ کر پڑھ لیتی ہیں، یاد رکھنا چاہیے کہ جہاں بہلی کو ٹھہرانے میں خطرہ نہ ہو، وہاں زمین پر اتر کر نماز پڑھنا چاہیے۔ پردہ برقعے کا کافی ہے۔

مسئلہ ⑳: عوام متکبرین میں مشہور ہے کہ جس امام کے گھر میں پردہ نہ ہو، اس

---

(۱)(۱) خیال رہے کہ فرض اور واجب نمازیں اور فجر کی سنت بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے، البتہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے: (۱) التحیات کی حالت میں بیٹھ کر اسی طرح نیت باندھیں جس طرح کھڑے ہوکر نیت باندھتے ہیں۔ (۲) اس صورت میں نگاہیں سجدے کی جگہ کے بجائے گود کی طرف رہیں۔ (۳) قراءت وغیرہ سے فارغ ہوکر رکوع میں اس طرح جھکیں کہ زمین اور پیشانی کے درمیان جو فصل ہے اس کے وسط میں پہنچ جائیں، جس طرح کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی صورت میں آدھا جھکتے ہیں یعنی یہ کہ سر گھٹنوں کے برابر ہوجائے، یہ افضل اور بہتر ہے۔ (۴) نگاہیں گھٹنوں کی طرف رکھیں۔ (۵) پھر تکبیر کہہ کر قومہ وغیرہ سے فارغ ہوں، قومے میں بھی التحیات کی حالت میں بیٹھیں۔ (۶) قومے میں نگاہ گود کی طرف ہو۔ (۷) پھر آخر رکعت میں التحیات کے لیے بیٹھیں اور معمول کے موافق نماز پوری کریں۔

(مستفاد از فتاویٰ محمودیہ: 2/156,248)

کے پیچھے نماز درست نہیں۔ سو سمجھ لیا جاوے کہ اُن معترضین کی بیبیاں اگر ایک نامحرم کے رو بہ رو آتی ہوں تو اُن کو بھی بے پردہ کہا جاوے گا اور امام اور مقتدی سب یکساں ہوں گے۔

مسئلہ (۲۱): بعضے عوام ایسے مرض میں نماز چھوڑ دیتے ہیں جس میں بدن اور کپڑا پاک رہنا مشکل ہے اور سمجھتے ہیں کہ اس حالت میں نماز جائز ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ سو یہ خیال محض غلط ہے۔ علما سے مسائل پوچھ کر نماز پڑھنا ضرور ہے۔ ایسی حالت میں بھی نماز درست ہو جاتی ہے جب دھونے سے سخت تکلیف ہو یا مرض بڑھنے کا ڈر ہو اور کپڑے بدلنے کے لیے زیادہ نہ ہوں، تو اسی طرح نماز درست ہو جاتی ہے۔[۱]

مسئلہ (۲۲): بعض عوام کو اس کا پابند دیکھا ہے کہ جب جمعے کے لیے آتے ہیں اول مسجد میں تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر سنتیں پڑھتے ہیں، گو نزدیک ہی سے آئے ہوں اور گو سانس کی درستی تھوڑی دیر کھڑے رہنے سے بھی ممکن ہے، یہ کیا ضرور ہے کہ بیٹھ ہی جاویں۔[۲]

مسئلہ (۲۳): قرآن مجید میں بعضے مقامات پر بے موقع وصل کرنے سے کفر کا فتویٰ بعض نے لکھ دیا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ الحمد شریف میں بعضے حروف کے وصل سے شیطان کا نام پیدا ہونا لکھ دیا ہے۔ سو ان دونوں امر کی کچھ اصل نہیں، البتہ قواعدِ

---

(۱) ردالمحتار شامی میں ہے: لو صلّٰی بالثوب النجس أو إلی غیر القبلة لا یکفر لأنها جائزة حالة العذر. (۱/۲۵۳)

(۲) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ، قَالَ: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ. (بخاری: 444) یری جمهور الفقهاء أنّه یسن لکلّ من یدخل مسجداً غیر المسجد الحرام - یرید الجلوس به وکان متوضّئاً - أن یصلّي رکعتین أو أکثر قبل الجلوس. أمّا تحیّة المسجد الحرام فهي عندهم الطّواف للقادم لمکّة. (الموسوعة الفقهية الكويتية: 37/201)

قراءت کے اعتبار سے یہ دونوں وصل بے قاعدہ اور قبیح ہیں، مگر کفر یا شیطان کے نام کا دعویٰ محض تصنیف ہے۔ [کذا]

مسئلہ ۲۴: بعضوں کو خاص استخارہ اس غرض سے بتلاتے دیکھا ہے کہ اس سے کوئی واقعۂ ماضیہ یا مستقبلہ معلوم ہو جاوے گا۔ سو استخارہ اس غرض کے لیے کہیں شریعت میں منقول نہیں۔ وہ تو محض کسی امر کے کرنے نہ کرنے کا تردّد رفع کرنے کے لیے ہے نہ کہ واقعات معلوم کرنے کے لیے، بلکہ ایسے استخارے کے ثمرے پر یقین کرنا بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ ۲۵: بعض کو طاعون میں اذانیں دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔

مسئلہ ۲۶: حفّاظ وغیرہم میں مشہور ہے کہ سورۂ براءت پر کسی حالت میں بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی۔ سو بات یہ ہے کہ صرف ایک حالت میں اس میں بسم اللہ نہیں ہے کہ اوپر سے پڑھتے پڑھتے سورت شروع کرے۔ باقی اگر تلاوت اسی سورت سے شروع کرے یا درمیان میں کچھ وقفہ کر کے پھر بقیہ سورت پڑھے تو بسم اللہ پڑھے۔[1]

([1]) عن محمد بن مقاتل فیمن أراد قراءۃ سورۃ أو قراءۃ آیۃ فعلیه أن یستعیذ باللہ من الشیطان الرجیم، ویتبع ذٰلک بسم اللہ الرحمن الرحیم، فإن استعاذ بسورۃ الأنفال وسمی ومر في قراءته إلی سورۃ التوبة وقرأها کفاہ ما تقدم من الاستعاذۃ والتسمیة ولا ینبغي له أن یخالف الذین اتفقوا وکتبوا المصاحف التي في أیدي الناس، وإن اقتصر علی ختم سورۃ الأنفال فقطع القراءۃ ثم أراد أن یبتدئ سورۃ التوبة کان کارادته ابتداءَ قراءته من الأنفال فیستعیذ ویسمی وکذالک سائر السور. (ھندیۃ: 5/316)

مسئلہ ۲۷: ذکرِ جہری کو بعضے مشائخ بلا کسی شرط کے جائز سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ اس کے جواز کی ایک بڑی ضروری شرط یہ ہے[1] کہ اس سے کوئی نماز پڑھنے والے کا دل پریشان نہ ہو اور سونے والے کی نیند خراب نہ ہو اور جہاں اس کا احتمال ہو، آہستہ ذکر کرے، اگرچہ پکار کر کرنے کی تعلیم کی گئی ہو۔

❑❖❑

(۱) مفتیِ اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں: ذکرِ جلی جائز ہے اور مشائخِ صوفیہ کا معمول و متوارث ہے۔ احادیثِ کثیرہ سے اس کا ثبوت ہوتا ہے۔ جن مواقع میں شریعت نے خود ذکرِ جلی مقرر فرمایا ہے اس کے اندر تو کوئی کلام ہی نہیں کرسکتا جیسے: اذان، تکبیر، تلبیہ، حج، تکبیرِ تشریق وغیرہ کہ یہ سب اذکار ہیں اور جہر سے ثابت ہیں۔ ہاں جن مواقع میں کہ شریعت سے ثبوت نہیں، وہاں اگر کوئی وجہ عارضی مانع نہ ہو تو نفسِ حکم یہی ہے کہ کسی سونے والے کو تکلیف ہو یا کسی نماز پڑھنے والے کی نماز میں خلل پڑتا ہو یا ذکر کرنے والا جہر کو ضروری یا لازم سمجھے وغیرہ، اور جہاں یہ موانع موجود نہ ہوں وہاں ذکرِ جلی جائز، مگر ذکرِ خفی اولیٰ ہے۔ (کفایت المفتی: 2/77) وأجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر اللہ تعالیٰ جماعة في المساجد وغيرها من غير نكير إلا أن يشوش جهرهم بالذكر على نائم أو مصل أو قارئ قرآن كما هو مقرر في كتب الفقه. (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: 174)

کتاب الزکوٰۃ

مسئلہ ①: بعض عوام کو خیال ہے کہ اگر کسی کو زکوٰۃ کی رقم دی جاوے اور کہا نہ جاوے کہ یہ زکوٰۃ ہے تو شاید زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ سو یہ خیال بالکل غلط ہے۔ بدون کہے بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، مگر اپنے دل میں ارادہ کرنا ضرور ہے۔[1]

مسئلہ ②: بعضے عوام کا خیال ہے کہ جو زیور چاندی سونے کا ہر روز پہنا جاتا ہے، اس میں زکوٰۃ نہیں۔ سو جان لینا چاہیے کہ رکھا ہوا زیور اور استعمال میں آنے والا زیور سب برابر ہے۔ سب میں زکوٰۃ ہے۔[2]

مسئلہ ③: یہ عادت بہت شائع ہے کہ اگر نعوذ باللہ قرآن مجید کی بے ادبی ہو جاوے تو اس کے برابر اناج تول کر تصدق کرتے ہیں۔ اس میں اصل مقصود تو بہت مستحسن و قرینِ مصلحت ہے کہ بہ طور کفارے و جرمانے کے کچھ صدقہ دے دیا جاتا ہے۔ اس میں نفس کا بھی انتظام ہے کہ آیندہ احتیاط رکھے، لیکن دو امر اس میں بے اصل اور قابلِ اصلاح ہیں: ایک یہ کہ قرآن مجید کو ترازو میں اناج کے برابر کرنے کے لیے رکھتے ہیں، دوسرا یہ کہ اس کو واجبِ شرعی سمجھتے ہیں۔ اگر ایسا کریں کہ محض مصلحتِ مذکور کی بنا پر تخمینے سے کچھ غلّہ دے دیں تو مضایقہ نہیں۔

---

(۱) وشرط صحة أدائها نية مقارنة لأدائها للفقير أو وكيله أو لعزل ما وجب ولو مقارنة حكمية كما لو دفع بلا نية ثم نوى والمال قائم بيد الفقير، ولا يشترط علم الفقير أنها زكاة على الأصح الخ (مراقی الفلاح: 262، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: 814)

(۲) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَمَعَهَا ابْنَةٌ لَهَا وَفِي يَدِ ابْنَتِهَا مَسَكَتَانِ غَلِيظَتَانِ

کتاب الصوم

مسئلہ ①: مشہور ہے کہ ایک روزہ رکھنا اچھا نہیں۔ اس مشہور کی بھی کچھ اصل نہیں۔

مسئلہ ②: بعض عوام کہتے ہیں کہ بقرعید کے روز قربانی کرنے تک روزے سے رہے۔ محض بے اصل ہے۔ البتہ اپنی قربانی سے اول [قبل] نہ کھانا مستحب ہے، لیکن روزہ نہیں ہے۔ نہ تو یہ نہ کھانا فرض ہے، نہ اس میں روزے کا ثواب ہے[1]، نہ روزے کی نیت ہے۔

مسئلہ ③: بعض میں مشہور ہے کہ محرّم کی دسویں تاریخ کا روزہ[2] نہ رکھے کیوں کہ یزید کی ماں نے روزہ رکھا تھا۔ محض بے اصل ہے۔

مسئلہ ④: عوام میں مشہور ہے کہ جو شخص شش عید کے روزے رکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ ایک روزہ ضرور عید سے اگلے ہی دن رکھ لے، ورنہ پھر وہ روزے نہ

---

(۱) علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا ارشاد ہے کہ یہ تھوڑے سے وقت کا امساک بھی مستقل روزے کے درجے میں ہے اور حضرت حفصہؓ کی روایت پر عمل تب ہی ممکن ہے جب دس ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو بھی روزہ رکھا جائے اور اس تاریخ میں باقاعدہ صبحِ صادق سے مغرب تک روزہ رکھنا بالاتفاق ممنوع ہے۔ اب اگر دسویں تاریخ کی نمازِ عید تک امساک کو مستقل روزے کے درجے میں شمار کیا جائے تو دس کا عدد مکمل ہو جائے گا، ورنہ نہیں۔ (دیکھیے درسِ ترمذی:2/323) وقال العثماني: وروي

(۲) عن أبي قتادة رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ ﷺ، سئل عن صيام يوم عاشوراء، فقال: يكفر السنة الماضية. (ابو داود:2425، ترمذی:752)

ہوں گے۔سو یہ بالکل بے اصل بات ہے۔[۱]

مسئلہ ⑤: بعضے لوگ سمجھتے ہیں کہ نفل روزے کی سحری نہیں ہے۔سو یہ غلط ہے۔اس میں فرض اور نفل روزے سب برابر ہیں۔

مسئلہ ⑥: بعضے عوام سے سُنا گیا ہے کہ نفل روزے بعد نماز مغرب کے افطار کرے۔سواس کی بھی کچھ اصل نہیں۔

❑❖❑

(۱) مطلب یہ ہے کہ ماہِ شوال میں چھ دن نفل روزہ رکھنے کی فضیلت دوسرے نفل روزوں سے بہت زیادہ ہے،ان کو شش عید کے روزے بھی کہتے ہیں۔لیکن اس میں بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ان کو عید کے اگلے دن سے شروع کر دے تب تو وہ ثواب ملتا ہے ورنہ نہیں---تو یہ خیال غلط ہے۔بلکہ اگر مہینے بھر میں ان کو پورا کرلیا تو بھی ثواب ملے گا،خواہ عید کے اگلے ہی دن شروع کرے یا بعد کو شروع کرے اور خواہ لگا تار رکھے یا متفرق طور پر۔(زوال السنۃ:35)

کتاب الحج

مسئلہ ①: بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ احرام میں دو پاٹ کی چادر- جس کے درمیان میں سلائی ہو- درست نہیں، مگر یہ بے اصل ہے۔ مرد کو ممنوع سلائی وہ ہے جس سے کپڑے کو بدن کی ہیئت پر بنایا جاتا ہے، جیسے کرتہ، پاجامہ وغیرہ۔[۱]

❑❖❑

(۱) حالتِ احرام میں مرد کے لیے ایسے کپڑے پہننے ناجائز ہیں جو بدن کی ہیئت اور جسم کی بناوٹ کے مطابق سِیے گئے ہوں۔ جیسے کرتا، قمیص وغیرہ۔ اور جو کپڑا بدن کی ہیئت کے مطابق نہ سِیا گیا ہو اس کا پہننا جائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سِلی ہوئی لنگی حالتِ احرام میں پہنی یا نہیں، اس سلسلے میں حدیث شریف میں اصولی طور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ کس قسم کا کپڑا پہننا جائز نہیں ہے؟ اس میں قمیص، شلوار کا ذکر آیا ہے، جو بدن کی ہیئت کے مطابق ہے۔ اس کے علاوہ کپڑے کا پہننا جائز ہے۔ نیز ازار کے پہننے کا ذکر حدیث شریف میں ہے اور اس میں ازار کے سلے ہوئے یا غیر سلے ہوئے ہونے کی کوئی صراحت نہیں ہے۔ اسی سے فقہا نے یہ ضابطہ نکالا ہے۔ بہت سے لوگ بغیر سلی ہوئی لنگی پہنتے ہیں، جس سے ران کھل جاتی ہے، جو کہ حرام ہے اور شریعت اس قسم کی حرمت کے ارتکاب کی اجازت نہیں دے سکتی۔ فقہائے کرام کی عبارت ملاحظہ فرمائیے: إن ضابطة لبس كل شيء معمول على قدر البدن أو بعضه بحيث يحيط به بخياطة أو تلزيق بعضه ببعض، أو غير هما، ويستمسک عليه بنفس لبس مثله، فخرج ما خيط بعضه ببعض لا بحيث يحيط بالبدن مثل المرقعة، فلا بأس بلبسه. (شامی، کتاب الحج، مطلب فیما یحرم بالِاحرام وما لا یحرم، کراچی: 2/489، زکریا: 3/499) (دیکھیے فتاویٰ قاسمیہ: 12/200)

کتاب النکاح

مسئلہ ①: بعض عوام کا یہ گمان ہے کہ بلا گواہ بھی محض مَردوں کی رضامندی سے نکاح ہوجانے کو درست سمجھتے ہیں اور اس کا نام ''تن بخشی'' رکھا ہے۔ یہ گمان باطلِ محض ہے، اس طرح ہرگز نکاح نہیں ہوتا، بلکہ وہ زنا ہوگا۔[1]

مسئلہ ②: مشہور ہے کہ پیر کو مُریدنی سے نکاح درست نہیں، سو یہ محض غلط ہے۔ ہمارے پیغمبر ﷺ اپنی سب بیبیوں کے پیر تھے۔

مسئلہ ③: مشہور ہے کہ میاں بی بی ایک پیر کے مُرید نہ ہوں ورنہ بھائی بہن ہوجاتے ہیں۔ یہ بھی محض غلط ہے۔

مسئلہ ④: مشہور ہے کہ میاں بی بی ایک برتن میں دودھ نہ کھاویں [پئیں]، نہیں تو وہ دودھ شریک بھائی بہن ہوجاویں گے۔ یہ بھی محض غلط ہے۔

مسئلہ ⑤ مشہور ہے کہ بیس اولاد ہونے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ بھی محض غلط ہے۔

مسئلہ ⑥: بعض عوام کہتے ہیں کہ ہوا کو بُرا کہنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ سو محض غلط ہے، البتہ ہوا کو بُرا کہنا جائز نہیں۔[2]

---

(۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: اَلْبَغَايَا اللَّاتِي يُنْكِحْنَ أَنْفُسَهُنَّ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ. (ترمذی:1103)

(۲) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَجُلًا لَعَنَ الرِّيحَ، وَقَالَ مُسْلِمٌ: إِنَّ رَجُلًا نَازَعَتْهُ الرِّيحُ رِدَاءَهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَعَنَهَا، فَقَالَ

مسئلہ⑦: عوام میں مشہور ہے کہ اگر شوہر کے مرنے پر اس کا جنازہ نکلنے سے پہلے اس کی عورت گھر سے چلی جاوے تو جائز ہے اور بعد جنازہ نکلنے کے جائز نہیں، گویا ان عوام کے خیال میں عدت وفات کے وقت سے شروع نہیں ہوتی، بلکہ جنازہ لے جانے کے وقت سے شروع ہوتی ہے۔ سو یہ محض غلط ہے۔[1]

مسئلہ⑧: عام دستور ہے کہ کوئی کافر عورت مسلمان ہو تو مسلمان کرتے ہی اس کا نکاح کسی مسلمان سے کر دیتے ہیں، سو یہ بڑی غلطی ہے۔ اگر کافروں کی عمل داری میں کوئی کافر عورت مسلمان ہو جاوے تو تین حیض گزرنے سے تو اس پر طلاق پڑے گی، اس کے بعد تین حیض عدت ہوگی۔ چھٹے حیض کے بعد نکاح درست ہوگا۔[2]

مسئلہ⑨: بیوی اگر شوہر کو باپ کہہ دے تو عوام سمجھتے ہیں کہ نکاح میں خلل آجاتا ہے، سو محض بے اصل بات ہے۔ بلکہ اگر شوہر بھی بی بی کو ماں یا بیٹی کہہ دے، تب بھی نکاح میں فرق نہیں آتا۔ البتہ بے ہودہ بات ہے۔ ہاں اگر یوں کہہ دے کہ تو مجھ پر مثل میری ماں/ بیٹی کے ہے، تو اس میں بعض صورتوں میں عورت حرام ہو جاتی ہے، جس کی تفصیل ضرورت کے وقت علما سے معلوم ہو سکتی ہے۔

مسئلہ⑩: بعضے عوام کو اس میں شبہ رہتا ہے کہ حالتِ حیض میں نکاح شاید

---

(۱) قال تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ. (البقرة:234)

(۲) تفصیل کے لیے دیکھیے فتاویٰ محمودیہ: 10/512 کراچی، 16/367 میرٹھ۔ (جدید محقق)

درست نہیں ہوتا، سو یہ شبہ بے اصل ہے۔ اس حالت میں بھی نکاح درست ہے، البتہ ناف سے زانو تک اس حالت میں دیکھنا یا ہاتھ لگانا درست نہیں۔[۱]

مسئلہ ⑪: عوام الناس [مطلقہ یا بیوہ] مُمانی اور چچی اور سوتیلی ساس سے نکاح کرنے کو جائز نہیں سمجھتے، سو یہ اعتقاد باطل ہے اور یوں کوئی لحاظ کی وجہ سے ان رشتوں سے نکاح نہ کرے، وہ اور بات ہے۔

مسئلہ ⑫: بعض عوام سمجھتے ہیں کہ غصّے میں یا دھمکانے کی نیت سے اگر طلاق دے دے تو طلاق نہیں پڑتی۔ یہ بالکل غلط ہے۔[۲]

❑❖❑

---

(۱) قال تعالیٰ: وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (البقرۃ:222) عَنْ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ، فَجَاءَتِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَاسْتَأْذَنَتْهُ أَنْ تَنْكِحَ، فَأَذِنَ لَهَا، فَنَكَحَتْ. (بخاری:5320)

(۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَغَيْرِهِمْ. (ترمذی:1184)

کتاب الذبائح والاضحیة

مسئلہ①: مشہور ہے کہ ذبح کرنے والے کی بخشش نہ ہوگی۔ سو محض غلط بات ہے۔

مسئلہ②: مشہور ہے کہ ولد الزنا کا ذبیحہ درست نہیں۔ یہ بھی محض غلط ہے۔

مسئلہ③: بعضے لوگ بدھیا[خصّی] جانور کی قربانی درست نہیں سمجھتے۔ سو یہ محض غلط بات ہے، بلکہ بدھیا کی تو اور زیادہ افضل ہے۔ ہمارے پیغمبر ﷺ نے بدھیا دنبے کی قربانی فرمائی ہے۔[1]

مسئلہ④: بعض عوام عورتوں کے ذبیحے کو درست نہیں سمجھتے۔ سو یہ محض غلط ہے۔

مسئلہ⑤: بعض کہتے ہیں کہ جس چاقو سے جانور ذبح کیا جاوے اس سے حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس چاقو میں تین کیل ہوں۔ یہ بھی محض غلط ہے۔

مسئلہ⑥: بعض عوام کہتے ہیں کہ اگر گوشت میں ہڈی نہ ہو تو وہ گوشت مکروہ ہو جاتا ہے۔ محض بے اصل ہے۔

مسئلہ⑦: عوام میں مشہور ہے کہ ذابح کے معین پر بھی بسم اللہ، اللہ اکبر کہنا واجب ہے۔ سو یہ محض غلط ہے۔[2]

مسئلہ⑧: بہت مشہور ہے کہ عقیقے کا گوشت بچّے کے ماں باپ، نانا نانی،

---

(۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: ذَبَحَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مُوجَأَيْنِ. (ابوداود: 2795)

(۲) اگر معاون کی حیثیت اس درجے کی ہو کہ ذابح کا کردار اس کے بغیر نامکمل ہو، یہاں تک کہ چھری ہاتھ میں لے کر ذبح کرنے میں دونوں شریکِ کار رہوں، تو ہر ایک کے لیے تسمیہ کہنا ضروری ہے اور ہر ایک مستقل ذابح شمار ہوگا۔ (فتاویٰ حقانیہ: 6/441)

دادا دادی کو کھانا درست نہیں۔ سو اس کی کوئی اصل نہیں۔ اس کا حکم قربانی کا سا ہے۔

مسئلہ ⑨: بعضے عوام سمجھتے ہیں کہ اگر ذبح کی اعانت کرنے والا، مثلاً جانور کو پکڑنے والا کافر ہو تو ذبیحہ حلال نہیں۔ یہ سمجھنا بالکل غلط ہے۔

کتاب البیوع

مسئلہ ①: مشہور ہے کہ غلّے کی تجارت ناجائز ہے، مگر یہ امر بالکل غلط ہے۔ البتہ جب قحط کی ایسی حالت ہو کہ غلّہ قیمت سے بھی دستیاب نہیں ہوتا اور اب اس کے نہ بیچنے سے خلائق کو تکلیف ہونے لگی ہے، ایسی حالت میں غلّے کا روکنا حرام ہے۔[1]

مسئلہ ②: مشہور ہے کہ حرام مال مطلقاً مول لینے سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بدل لینے سے حلال ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی نے کوئی چیز چُرائی یا پھل آنے سے پہلے پھل خریدا، پھر وہ چیز یا پھل بازار میں فروخت ہونے کے لیے آیا تو بعضے آدمی یوں سمجھتے ہیں کہ جب ہم نے دام دے کر مول لیا تو وہ ہمارے لیے درست ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے رشوت لی، پھر کسی سے وہ روپیہ بدل لیا تو یوں سمجھتے ہیں کہ وہ بدلے کا روپیہ درست ہو گیا۔ سو یہ دونوں باتیں محض غلط ہیں۔ وہ مسئلہ اور ہے، اس کو لوگوں نے غلط سمجھ لیا ہے۔

مسئلہ ③: بعض عوام میں مشہور ہے کہ اولاد کے ہوتے ہوئے اگر اپنی جائداد کا جزو یا کُل کسی کو ہبہ کرنا چاہے، تو اس کے نافذ ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ جائداد اس واہب کی مکسوبہ ہو۔ اگر جدّی ہو تو جائز نہیں۔ یہ محض غلط ہے۔ مکسوب و موروث کا

---

(۱)عَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ نَضْلَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، يَقُولُ: لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ، فَقُلْتُ لِسَعِيدٍ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، إِنَّکَ تَحْتَكِرُ، قَالَ: وَمَعْمَرٌ، قَدْ كَانَ يَحْتَكِرُ. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَإِنَّمَا رُوِيَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَنَّهُ كَانَ يَحْتَكِرُ الزَّيْتَ وَالْحِنْطَةَ وَنَحْوَ هَذَا. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَفِي الْبَابِ، عَنْ عُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وَأَبِي أُمَامَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَحَدِيثُ مَعْمَرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوا احْتِكَارَ الطَّعَامِ، وَرَخَّصَ بَعْضُهُمْ فِي الِاحْتِكَارِ فِي غَيْرِ الطَّعَامِ، وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَکِ: لَا بَأْسَ بِالِاحْتِكَارِ فِي الْقُطْنِ، وَالسِّخْتِيَانِ وَنَحْوِ ذَلِکَ. (ترمذی: 1267)

شرع میں ایک ہی حکم ہے۔

مسئلہ ④: بعضے زمیندار سمجھتے ہیں کہ خودرو گھاس [کاٹے بغیر] محض روک لینے سے مِلک ہو جاتی ہے اور اس کا فروخت کرنا درست ہے۔ سو یہ دونوں باتیں محض غلط ہیں۔

مسئلہ ⑤: یہ بھی بعضے زمینداروں کو کہتے سُنا ہے کہ پھل آنے سے پہلے بہار کا بیچنا ویسے تو درست نہیں لیکن اگر اس بیع کے ساتھ کچھ زمین کا ٹھیکہ یعنی اجارہ بھی شامل ہو تو درست ہے۔ سو بالکل یہ بات غلط ہے۔ اس اجارے سے وہ بیع درست نہیں ہو جاتی۔

مسئلہ ⑥: عام زمینداروں کا یہ خیال ہے کہ اگر رہن میں راہن زمینِ مرہونہ کے منافع کو حلال کر دے تو وہ حلال ہو جاتا ہے۔ سو بالکل صحیح نہیں۔ بلکہ جب رہن میں انتفاع مشروط یا معروف ہوگا، حرام ہوگا۔

مسئلہ ⑦: بعض عوام سمجھتے ہیں کہ حقِ شفعہ رشتے دار جدّی کے ساتھ خاص ہے۔ سو یہ محض غلط بات ہے۔[1]

مسئلہ ⑧: مشہور ہے کہ کسی چیز کے خریدنے کے بعد بائع سے کچھ زائد مانگنا گناہ ہے، جس کو 'رونگا' کہتے ہیں۔ سو یہ غلط بات ہے۔ البتہ تنگ کرنا بائع کو حرام ہے، لیکن اگر خوشی سے دے دے تو کچھ حرج نہیں۔[2]

---

(۱) عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ، أَنَّ أَبَا رَافِعٍ سَاوَمَ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ بَيْتًا بِأَرْبَعِ مِائَةِ مِثْقَالٍ، وَقَالَ: لَوْلاَ أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ، يَقُولُ: الْجَارُ أَحَقُّ بِصَقَبِهِ مَا أَعْطَيْتُكَ. (بخاری: 6981)

(۲) لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه. (کنز العمال: 397)

کتاب الحظر والاباحة

مسئلہ①: مشہور ہے کہ چاند اور سورج گہنے کے وقت کھانا پینا منع ہے، سو اس کی بھی کوئی اصل نہیں، البتہ وہ وقت توجہ الی اللہ کا ہے اس وجہ سے کھانے پینے کا شغل ترک کر دینا اور بات ہے۔ رہا یہ کہ دنیا کے تمام کاروبار بلکہ گناہ تک تو کرتا رہے اور صرف کھانا پینا چھوڑ دے، یہ شریعت کو بدل ڈالنا اور بدعت ہے۔

مسئلہ②: مشہور ہے کہ ہاتھ میں بید رکھنا درست نہیں، یزید نے لی تھی۔ یہ بھی محض غلط بات ہے۔

مسئلہ③: مشہور ہے کہ جھاؤ کی لکڑی کا استعمال درست نہیں۔ سو یہ بھی محض غلط بات ہے۔

مسئلہ④: بعض عوام کہتے ہیں چلّے کے اندر زچّہ خانے میں خاوند کو نہ جانا چاہیے۔ سو اس کی کوئی اصل نہیں۔

مسئلہ⑤: مشہور ہے کہ سوتے میں قطبِ شمالی [ہندو پاک میں اترّ دِشا] کی طرف پاؤں نہ کرے۔ سو اس کی کوئی اصل نہیں۔

مسئلہ⑥: عوام میں مشہور ہے کہ مریدنی کو پیر سے پردہ نہیں۔ سو یہ محض غلط ہے۔ جیسے اور مرد ہیں، ایسا ہی پیر ہے۔

مسئلہ⑦: بعضے عوام سمجھتے ہیں کہ نیا جوتہ، نیا کپڑا پہننے سے اس کے ذمّے حساب ہو جاتا ہے، لیکن رجب سے رمضان کے آخری جمعے تک یا آخری جمعے کو پہننے

سے وہ بے حساب ہو جاتا ہے، اسی واسطے سب نئے کپڑے اس مدت میں پہن لے۔ بعضے کئی کئی جوڑے ایک دم سے پہن لیتے ہیں۔ سو [یہ] سب غلط ہے۔

مسئلہ ⑧: بعضے عورتیں سمجھتی ہیں کہ عورت کے بائیں ہاتھ میں کوئی نشانی عورت ہونے کی جیسے چوڑی، چھلّہ ہونا ضروری ہے۔ سو محض غلط ہے۔

مسئلہ ⑨: بعض عورتیں صرف عدت میں نامحرم سے سر ڈھانکنے کو لازم سمجھتی ہیں اور ویسے نہیں۔ سو یہ محض غلط ہے۔

مسئلہ ⑩: بعض عورتیں سمجھتی ہیں کہ اگر بلّی نقصان بھی کرے تو بس صرف موسل میں گالہ روئی کا باندھ کر مارنا درست ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح مارا تھا۔ سو یہ مسئلہ اور حدیث دونوں غلط ہیں۔

مسئلہ ⑪: بعض لوگوں کو دیکھا گیا کہ عمامہ باندھنے کے لیے بیٹھ جاتے ہیں اور بعضے بیٹھے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔

مسئلہ ⑫: غسل خانے و پاخانے میں بات کرنے کو عوام ناجائز سمجھتے ہیں۔ سو اس کی کچھ اصل نہیں، البتہ بلاضرورت باتیں نہ کرے۔

مسئلہ ⑬: عوام میں بعض اعمال چور کے معلوم کرنے کے جائز اور حجت سمجھے جاتے ہیں، سو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ نہ جائز ہیں اور نہ شرعاً حجت ہیں، اور جس فن کا وہ عمل ہے، اس کے اصول سے بھی وہ عمل قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ وہ بالکل خیال کے تابع ہے، حتیٰ کہ اگر دو عامل مختلف دو شخصوں پر گمان چوری کا رکھتے ہوں تو ہر عامل کے عمل

سے الگ دونوں کا نام نکل آوے گا، بلکہ اگر ان عاملوں کو فرضی نام بھی بتلا دیے جاویں تو اس عمل سے وہی نکل آویں گے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل کوئی چیز نہیں۔

مسئلہ ⑭: بعض کہتے ہیں کہ مسجد کا چراغ خود گُل نہ کرے، سو یہ لغو بات ہے، بلکہ جب حاجت نہ رہے گُل کر دینا چاہیے، ورنہ اسراف بھی ہے اور تنہائی میں [تیل وغیرہ کا] چراغ جلتا چھوڑ نا منع بھی ہے۔

مسئلہ ⑮: بعض عوام میں اس کا بڑا اہتمام ہے کہ مُردے کو گھر کے برتنوں سے غسل نہ دینا چاہیے، بلکہ کورے منگا کر غسل دیویں اور پھر ان برتنوں کو گھر میں نہ استعمال کریں بلکہ مسجد میں بھیج دیں یا پھوڑ دیں۔ یہ بھی محض بے اصل ہے۔

مسئلہ ⑯: بعضے لوگ رات کو جھاڑو دینے کو یا منہ سے چراغ گُل کرنے کو یا دوسرے کے کنگھا کرنے کو اگر چہ بہ اجازت ہو، برا سمجھتے ہیں، اس کی بھی کچھ اصل نہیں۔

مسئلہ ⑰: اس طرف بھی اکثر عامل التفات نہیں کرتے کہ آیاتِ قرآنیہ کو بے وضو لکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح بے وضو آدمی کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں۔ اس کا لکھنا اور مَس کرنا دونوں بلا وضو نا جائز ہیں۔

مسئلہ ⑱: مشہور ہے کہ دعوت میں سے بھوکا اٹھنا منع ہے۔ سو اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔

کتاب الجنائز

مسئلہ ①: مشہور ہے کہ میّت اگر گھر میں یا محلّے میں ہو، اس کے لے جانے تک کھانا پینا گناہ ہے۔ یہ بات بھی محض بے اصل ہے۔

مسئلہ ②: مشہور ہے کہ خاوند بیوی کے جنازے کا پایہ بھی نہ پکڑے۔ یہ محض غلط ہے۔ اجنبی لوگوں سے وہ زیادہ مستحق ہے۔[1]

مسئلہ ③: عوام کہتے ہیں میت کے غسل کے پانی پر پاؤں رکھنا درست نہیں اور اسی خیال سے غسل دینے کے لیے ایک لحد کھودتے ہیں کہ سب پانی اسی میں رہے۔ سو یہ بالکل غلط ہے۔

مسئلہ ④: عوام کہتے ہیں جو عورت حالتِ حیض میں اور زچّہ مر جاوے، اس کو دو بار غسل دینا چاہیے۔ محض بے اصل ہے۔

اب اس رسالے کو ختم کرتا ہوں۔ جن صاحبوں کو اور امور اس قسم کے معلوم ہوں، کسی معتبر عالم سے اطلاع اور مشورہ کر کے اس کا ضمیمہ بنانے کی اجازت دیتا ہوں بلکہ درخواست کرتا ہوں اور 'اصلاح الرسوم' کا تیسرا باب دیکھ لینے کا مشورہ دیتا ہو۔ فقط

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وأصحابہ أجمعین، برحمتك یا ارحم الراحمین

محمد اشرف علی (مقام تھانہ بھون، ۸/محرم ۱۳۳۲ھ)

---

(۱) اصلاحِ انقلابِ امت میں ہے کہ بعضے لوگ شوہر کو اس کی مُردہ بیوی کا منہ نہیں دیکھنے دیتے، نہ اس کے جنازے کا پایہ پکڑنے دیتے ہیں، یہ محض لغو ہے۔ [شوہر کے لیے] میّت کو ہاتھ لگانا تو بلاضرورت جائز نہیں، لیکن منہ دیکھنا درست ہے اور پایہ پکڑنا مستحب ہے، بلکہ اگر کوئی محرم قبر میں اتارنے والا نہ ہو تو اور اجنبیوں سے شوہر احق [زیادہ مستحق] ہے۔ اور عورت کے لیے تو مُردہ شوہر کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا بھی درست ہے۔ (جلد:2، ص:243، تاج کمپنی، 1985ء)

تحقیق

بدھ کے دن سے اسباق کی ابتدا کرنا

ہمارے مشائخ واساتذہ نور اللہ مراقدہم کا معمول رہا ہے کہ یوم الاربعاء یعنی چہار شنبہ کو اسباق کے شروع کرانے کا فی الجملہ اہتمام اور رعایت فرماتے تھے۔ اب اسلاف کے اس اہتمام کی دلیل واصل معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔

اس سلسلے میں صاحبِ ہدایہ کے شاگرد نے 'تعلیم المتعلم' میں اپنے استاذ 'صاحبِ ہدایہ' کی عادت نقل کی ہے: کان استاذنا الشیخ الامام برھان الدین رحمہ اللہ یوقف بدایۃ السبق علی یوم الاربعاء۔ ہمارے استاذ یعنی صاحبِ ہدایہ سبق کی ابتدا کے لیے بدھ کے دن کا انتظار کرتے تھے۔ اور دلیل میں اپنی سند سے ایک حدیث بیان کرتے تھے، جس کے الفاظ یہ ہیں: مامن شیئ بدئ یوم الأربعاء إلا و قدتم۔ (الدرالمنضود: 1/5)

نیز علم کو نور کہا گیا ہے۔ امام شافعیؒ نے اپنے استاذ وکیعؒ سے قوتِ حافظہ میں کمی کی شکایت کی تو انھوں نے گناہوں سے بچنے کی تلقین کی۔ اس گفتگو کو شعر کا جامہ پہناتے ہوئے امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

شکوت إلی وکیع سوء حفظي
فاوصاني إلی ترك المعاصي
فإن العلم نور من إلٰه
ونور اللہ لا یعطی لعاصي

میں نے امام وکیعؒ سے اپنے حافظے کی شکایت کی تو انھوں نے وصیت کی کہ گناہوں سے بچو! کیوں کہ علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور اللہ تعالی کا نور گنہگار کو عطا نہیں کیا جاتا۔

مسلم شریف میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِيَدِي، فَقَالَ: خَلَقَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ، وَخَلَقَ فِيهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الْأَحَدِ، وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، وَخَلَقَ الْمَكْرُوهَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ، وَخَلَقَ النُّورَ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ، وَبَثَّ فِيهَا الدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيسِ، وَخَلَقَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَام بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِي آخِرِ الْخَلْقِ فِي آخِرِ سَاعَةٍ مِنْ سَاعَاتِ الْجُمُعَةِ، فِيمَا بَيْنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مٹی (زمین) کو سنیچر کے دن پیدا کیا، اور اتوار کے دن اس میں پہاڑوں کو پیدا کیا، اور پیر کے دن درختوں کو پیدا کیا، اور کام کاج کی چیزیں (لوہا وغیرہ) منگل کو پیدا کیں، اور نور کو بدھ کے دن پیدا کیا، اور جمعرات کے دن زمین میں جانور پھیلائے، اور حضرت آدمؑ کو جمعے کے دن عصر کے بعد بنایا۔ سب سے آخر مخلوقات میں، سب سے آخر ساعت میں جمعہ کی عصر سے لے کر رات تک آدمؑ پیدا ہوئے۔

(مسلم، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب: ابتداء الخلق وخلق آدمؑ، برقم: 2789)

مگر یہ روایت ان روایات میں سے ہے جن پر محققین نے نقد کیا ہے۔ امام بخاریؒ نے اس حدیث کو تاریخِ کبیر میں نقل کیا اور فرمایا: و قیل عن ابی هریرۃ و قیل عن کعب وهو الاصح۔ خلاصہ یہ کہ مرفوع حدیث نہیں ہے بلکہ کعب احبار کے فرمودات میں سے

ہے۔حافظ ابن کثیر نے نقل کیا ہے کہ علی بن مدینی، امام بخاری، امام بیہقی نے اسے معلول کہا ہے۔علامہ ابن قیم نے بدائع الفوائد میں امام بخاری کا کلام نقل کیا ہے اور اس پر خاموش رہے۔اگراس کا رفع ثابت ہوجائے، جیسا کہ امام مسلم اور ابن الجوزی کا رجحان ہے، تب تو ٹھیک ہے، اور اگر رفع ثابت نہیں ہے، تب تو اشکال ہی ہے۔(تفصیل کے لیے دیکھیے الفیض الجاری فی دروس البخاری، جلد 1/58)

اس کے باوجود بدھ کے دن علمی کاموں یا اسباق کی ابتدا کرنا درست کہا جا سکتا ہے، اس لیے کہ بعض روایتوں میں بدھ کے دن اجابتِ دعا کی ساعت ہونا بھی وارد ہوا ہے۔ایسے مبارک دن میں کسی کام کی ابتدا کر کے اچھا شگون لینے میں کوئی قباحت نہ ہونی چاہیے۔

مسند احمد میں ہے:

حَدَّثَنِي جَابِرٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَعَا فِي مَسْجِدِ الْفَتْحِ ثَلَاثًا يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَيَوْمَ الثُّلَاثَاءِ وَيَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ فَاسْتُجِيبَ لَهُ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فَعُرِفَ الْبِشْرُ فِي وَجْهِهِ قَالَ جَابِرٌ فَلَمْ يَنْزِلْ بِي أَمْرٌ مُهِمٌّ غَلِيظٌ إِلَّا تَوَخَّيْتُ تِلْكَ السَّاعَةَ فَأَدْعُو فِيهَا فَأَعْرِفُ الْإِجَابَةَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ایک مرتبہ حضرت نبی کریم ﷺ نے مسجدِ فتح میں تین دن مسلسل؛ پیر، منگل اور بدھ کو دعا مانگی، وہ دعا بدھ کے دن دو نمازوں کے درمیان قبول ہوگئی اور حضرت نبی کریم ﷺ کے روئے انور پر پھیلی ہوئی بشاشت محسوس ہونے لگی۔ اس کے بعد مجھے جب بھی کوئی اہم کام پیش آیا میں نے اسی گھڑی کا انتخاب کر کے دعا مانگی تو مجھے اس میں قبولیت کے آثار نظر آئے۔(جامع المسانید والسنن: 3575، رواہ الامام احمد فی مسندہ: 3/332)

فتاویٰ دارالعلوم زکریا میں مسئلے کی تحقیق کرتے ہوئے لکھا گیا ہے؛

المقاصد الحسنة میں ہے: ما بدء بشيئ یوم اربعاء إلّا تم، لم أقف له علی أصل و لکن ذکر برهان الإسلام في کتابه تعلیم المتعلم من شیخه المرغیناني صاحب الهدایة في فقه الحنفیة أنه کان یوقف بدایة السبق علی یوم الأربعاء و کان یروي بذلک بحفظه و یقول قال رسول الله: ما من شیئ بدئ یوم الأربعاء إلا و قد تم، قال و هکذا یفعل أبي فیروي هذا الحدیث بإسناده عن القوام أحمد بن عبد الرشید انتهی، و یعارضه حدیث جابر رضی الله عنه مرفوعاً! یوم الأربعاء یوم نحس مستمر أخرجه الطبراني في الأوسط، و نحوه ما یروي عن ابن عباس رضی الله عنه أنه لا أخذ فیه و لا عطاء و کلها ضعیفة و بلغني عن بعض الصالحین ممن لقیناه أنه قال شکت الاربعاء إلی الله سبحانه تشاؤم الناس بها فمنحها أنه ما ابتدئ بشیء فیها إلا تمّ۔ (المقاصد الحسنة)

نیز الاسرار المرفوعة میں ہے: لکن یروي عن عائشة رضی الله عنها قالت: إن أحب الأیام إلیّ یخرج فیه مسافري و انکح فیه و اختن فیه صبییّ یوم الأربعاء۔ (الاسرار المرفوعة، ص: 379)

الفوائد البهیہ میں صاحبِ ہدایہ سے نقل کردہ روایت کے بارے میں مذکور ہے:

قال الجامع: الحدیث الذي رواه صاحب الهدایة قد تکلم فیه المحدثون حتی قال بعضهم أنه موضوع۔ (الفوائد البهیة: 24)

ظفر المحصلین میں ہے: مولانا عبد الحیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے لیے ایک اصل تلاش کی ہے وہ یہ کہ امام بخاریؒ نے 'الادب المفرد' میں، امام احمدؒ و بزارؒ نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجدِ فتح میں پیر، منگل اور بدھ تین

دن دعا کی اور بدھ کے روز ظہر اور عصر کے درمیان دعا مقبول ہوئی۔حضرت جابر فرماتے ہیں کہ مجھے جب بھی کوئی امرِ مہم درپیش ہوا تو میں نے بدھ کے دن ظہر اور عصر کے ما بین دعا کی اور وہ مقبول ہوئی۔ملاحظہ ہو مجمع الزوائد میں ہے:عن جابر یعنی ابن عبد اللہ أن النبي ﷺ دعا في مسجد الفتح ثلاثا یوم الاثنین و یوم الثلثاء و یوم الأربعاء فاستجیب له یوم الأربعاء بین الصلاتین فعرف البشر في وجهه قال جابر ص فلم ینزل بي أمر مهم غلیظ الا توخیت تلک الساعة فأدعو فیها فأعرف الاجابة۔رواه أحمد و البزار و رجال أحمد ثقات۔(مجمع الزوائد:4/12،باب:فی مسجد الفتح)

ظفر المحصلین میں استحبابِ دعا کے لیے بدھ کے دن ظہر اور عصر کے درمیان کا وقت لکھا ہے۔اور تفسیر منیر لوھبۃ زحیلی میں ہے:و مواقیت الدعاء وقت الاسحار و الفطر و ما بین الأذان و الاقامة و ما بین الظهر و العصر في یوم الأربعاء۔(تفسیر منیر: 1/155)علامہ سیوطی نے 'سھام الاصابۃفی الدعوات المستجابۃ' میں تحریر کیا ہے کہ اس کی اسناد جید ہیں۔

نور الدین علی بن احمد سمہودی نے 'وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی' میں اس حدیث کو مسند احمد کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں،پس اس حدیث سے یہ نکلا کہ بدھ کے روز میں ایک مستجاب ساعت ہے اسی لیے علما نے بدھ کے روز اسباق کی ابتدا کو بہتر خیال کیا ہے۔علاوہ ازیں صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے بدھ کے روز نور کی تخلیق کی ہے اور ظاہر ہے کہ علم سراسر نور ہے۔فیقاس لتمامه ببدایته اذ یأبی اللہ الا ان یتم نوره۔(ظفر المحصلین:193)(فتاویٰ دار العلوم زکریا:275-1/274)

ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ

از حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم

اغلاط العوام فی باب الاحکام

اغلاط العوام کے سوسالہ قدیم نسخے کا عکس
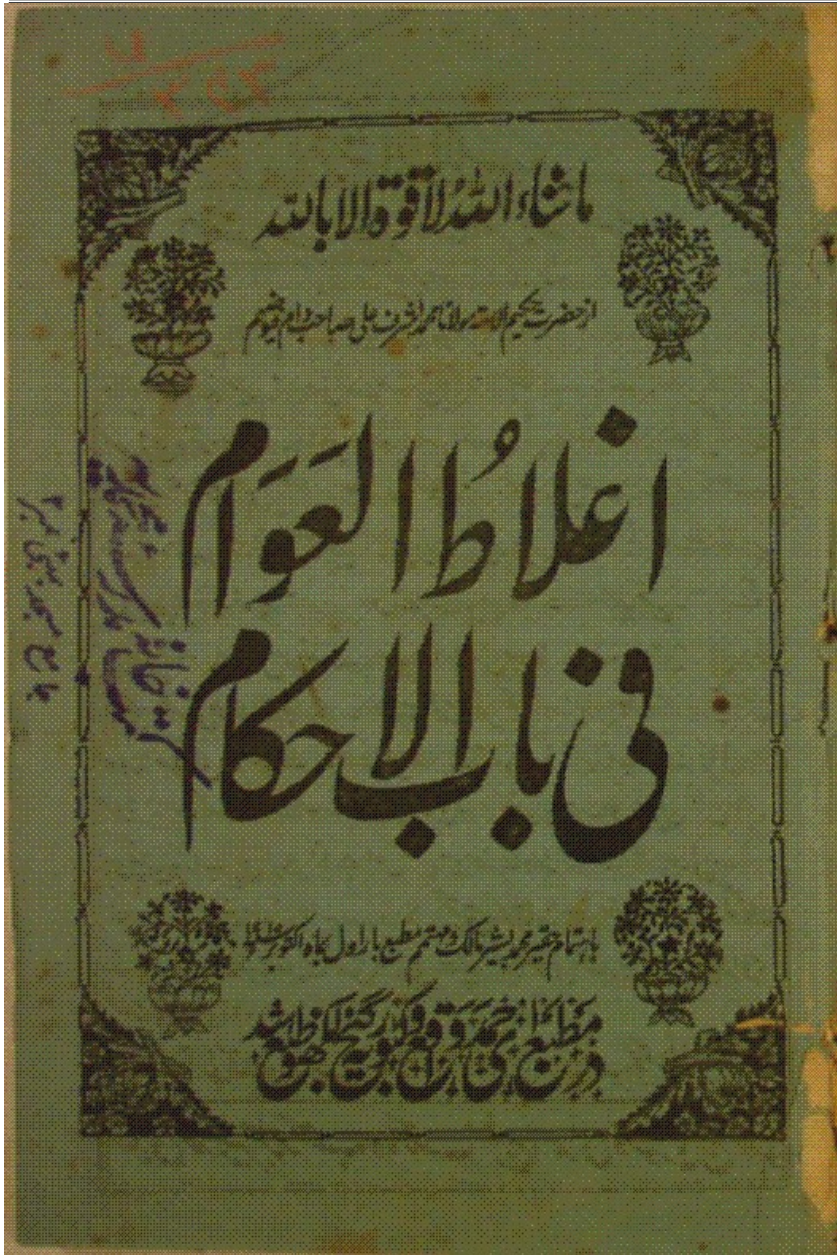
مولانا ندیم احمد انصاری کی دینی، علمی، ادبی کاوشیں
اردو گرامر
ادبی تحقیق